اقلیتوں سے پاک سر زمین

عنبر خیری بی بی سی اردو ڈاٹ کام، لندن

- 30جون 2016

Iپیوریفائنگ دا لینڈ آف دا پیور ’ نامی کتاب میں پاکستان کے قیام سے لے کر اکیسویں صدی کی پہلی دہائی تک کے عرصے پر نظر ڈالی گئی ہے

پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ ایک اقلیت کے مطالبے پر بننے والا ملک اقلیتوں کو تحفظ نہ دے سکا۔

پاکستان کس کا ہے؟ اس سوال کے جواب کا دائرہ تنگ سے تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ پہلے جماعت اسلامی اور دائیں بازو کے دیگر حلقوں نے یہ اصرار کیا کہ پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے اور پھر بتدریج ‘مسلمان’ کا بھی دائرہ تنگ کر دیا گیا۔ یہ عمل آج بھی جاری ہے۔

پاکستان کی ریاست اور ملک کے غیر مسلمان شہریوں کے ساتھ اس کا سلوک کیا رہا ہے یہ ہی موضوع فرح ناز اصفہانی کی نئی کتاب کا ہے۔

’پیور یفائنگ دا لینڈ آف دا پیور’ نامی کتاب تحقیق اور حقائق پر مبنی ہے اور اس میں پاکستان کے قیام سے لے کر اکیسویں صدی کی پہلی دہائی تک کے عرصے پر نظر ڈالی گئی ہے۔

انیس سو سینتالیس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کی اقلیتی افراد کی تعداد ملک کی آبادی کا 23 فیصد تھی۔ 1971 میں ٹوٹنے کے بعد موجودہ پاکستان میں اقلیتوں کی آبادی صرف 3 فیصد کے قریب ہے۔

لیکن اس کتاب سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ سب ایک دم سے فوجی آمر جنرل ضیا الحق کے اقتدار میں آنے کے بعد نہیں شروع ہوا تھا۔ جنرل ضیا الحق نے ملک میں اسلامی قوانین رائج کیے اور ان کی حکومت کا فرقہ وارانہ اور جہادی گروہوں کے قیام اور مالی حمایت میں کردار ضرور رہا لیکن اقلیت مخالف سخت گیر رویہ بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔

اس عمل کی تاریخ کے کئی اہم موڑ تھے۔ اول تو وہ کوشش تھی (جو آج تک جاری ہے) کہ ﷴ علی جناح کی گیارہ اگست کی تقریر کو کسی طرح غائب کر دیا جائے۔ یہ وہ

تقریر تھی جس میں انھوں نے برصغیر کے نئے ملک کے شہریوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ برصغیر کی حالیہ تاریخ سے سب سے بڑا سبق یہ ملتا ہے کہ تفریق کو ختم کرنا ہوگا چاہے یہ فرقہ، مذہب، نسل، ذات یا پھر کسی اور بنیاد پر ہو۔

بقول ان کے ’آپ آزاد ہیں، آپ کو آزادی ہے کہ آپ اپنے مندروں میں جائیں، آپ مساجد میں جائیں، یا اپنے اور کسی بھی عبادت گاہ میں جائیں۔ پاکستان کی اس ریاست میں۔ آپ کا کسی بھی مذہب یا ذات یا فرقے سے تعلق ہو سکتا ہے یہ ریاست کا معاملہ نہیں ہے (وِس اِز ناٹ دا بِزنِس آف دا سٹیٹ)۔

لبرل افراد کی بنائی ہوئی کہانی

اس تقریر پر بحث پچھلے دنوں تو اس مضحکہ خیز حد تک پہنچی کہ دائیں بازو کے ایک جہادی تجزیہ نگار نے یہ تک لکھ دیا کہ اس تقریر کا ان کو کوئی وجود نہیں مل رہا اور شاید یہ ’لبرل‘ افراد نے ہی ایک کہانی بنا دی ہو، حالانکہ اس تقریر کے دستاویز اسمبلی کے ارکائیو میں موجود تھے اور پہلے تو اس کا آڈیو بھی موجود تھا (جو اب غائب کر دیا گیا ہے(

اس تاریخ کا ایک اور اہم موڑ 1949 میں آیا جب وزیر اعظم لیاقت علی خان نے قراردادِ مقاصد کا زہریلا تحفہ قوم کو پیش کیا۔

پھر 1953 میں وہ خونی موڑ آیا جب مذہبی حلقوں نے احمدیوں کے خلاف پرتشدد مہم چلائی۔ اس میں بڑی تعداد میں لوگ ہلاک ہوئے، اور لاہور میں مارشل لا لگانا پڑا۔ اس باب کی اہمیت یہ بھی ہے کہ مذہبی شدت پسند یہ سمجھ گئے کہ اگر وہ اسلام کا نعرہ استعمال کریں اور اپنے حامیوں کو سڑکوں پر نکال دیں تو ریاست ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دے گی۔

پھر آگے چل کر یہ ہی ہوا کہ نہ صرف سرکار ان عناصر کے سامنے بے بس رہی بلکہ اس نے ان کے جارحانہ رویے کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جس کے خونی نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔

یہ ایسی کتاب ہے جو پاکستان کے ہر شہری بالخصوص نوجوانوں کو پڑھ کر اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے؟

کیا کسی کو یاد ہے کہ ملک کا پہلے وزیر قانون ایک بنگالی ہندو تھے یا کہ ملک کے پہلے وزیر خارجہ احمدی تھے؟ یا یہ کہ مذہبی منافرت اور تنگ نظری کے خلاف آواز اٹھانے والے سیاستدانوں کا انجام کیا ہوا (حسین شہید سہروردی)؟

اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں تاریخ کو تمام ریفرنسز اور تحقیق کے ساتھ تو پیش کیاگیا ہے لیکن انتہائی آسان اور واضح زبان میں۔ مصنفہ پاکستان پیپلز پارٹی کی ایک سابق رکن قومی اسمبلی ہیں تو شاید ان کے ناقدین یہ کہہ سکتے ہیں کہ نسلی اور

مذہبی منافرت کی اس تاریخ میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے کردار پر لکھتے ہوئے انھوں نے ہاتھ ہلکا رکھا ہے۔

یہ بات کافی حد تک درست ہے لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے کسی فیصلے کو چھپایا نہیں گیا ہے بلکہ اس کی وضاحت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ پاکستان کی تاریخ کے حوالے سے یہ ایک انتہائی مفید کتاب ہے۔
http://www.bbc.com/urdu/opinion/2016/06/160630_pakistan_ownership_umber_ra

’نوٹس کے بعد غلطی دہرانے پر ٹی وی چینل بند کر دیا جائے‘

شہزاد ملک بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد

- 30جون 2016

پیمرا کے چیئرمین کا کہنا تھا کہ ’اظہار رائے کی آزادی پر پابندی عائد نہیں کرنا چاہتے لیکن اظہار رائے بھی آئین اور قانون کے دائرہ کار میں ہو۔‘

اطلاعات ونشریات سے متعلق سینیٹ کی قائمہ کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ جو ٹی وی چینل پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کی طرف سے تین مرتبہ اظہار وجوہ کانوٹس ملنے کے باوجود غلطی دہرائے تو اس چینل کو بند کردیا جائے۔

کمیٹی نے نجی ٹی وی چینل جیو انٹرٹینمنٹ پر ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کے پروگرام پر پیمرا کی طرف سے تین دن کی بندش کے خلاف سندھ ہائی کورٹ کی طرف سے حکم امتناعی جاری کرنے پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے چیئرمین پیمرا کو حکم دیا کہ وہ اس معاملے کو ایک ٹیسٹ کیس بناتے ہوئے سپریم کورٹ میں لے جائیں۔

چیئرمین پیمرا ابصار عالم نے کمیٹی کو بتایا کہ اس پروگرام میں نہ صرف ایک عورت کی پنکھے سے لٹکی ہوئی لاش دکھائی گئی بلکہ حاضرین کو گالی دینے پر مجبور کیاگیا۔

اُنھوں نے کہا کہ شکایت کونسل نے شکایت کا جائزہ لینے اور شواہد کی روشنی میں اس پروگرام کو تین روز کے لیے بند کردیا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ اس ضمن میں عدالت میں بھی شواہد پیش کیے گئے لیکن اس کے باوجود عدالت نے حکم امتناعی جاری کردیا۔

کمیٹی کے ارکان نے اس پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شواہد کے باوجود محض ایک پریس ریلیز پر حکم امتناعی جاری کیاگیا۔ کمیٹی کے رکن نہال ہاشمی کا کہنا تھا کہ ریاست کے لیے عوام اہمیت کے حامل ہیں اور عدالت ریاست سے بالاتر نہیں ہے۔
چیئرمین پیمرا ابصار عالم نے کمیٹی کو بتایا کہ اس پروگرام میں نہ صرف ایک عورت کی پنکھے سے لٹکی ہوئی لاش دکھائی گئی بلکہ حاضرین کو گالی نکالنے پر مجبور کیا گی

اُنھوں نے کہا کہ ‘اگر ریاست کمزوری دکھائے گی تو لوگ سب کچھ اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔’

اُنھوں نے کہا کہ ‘ایسے پروگرام جن سے عوام کی دل آزاری ہوتی ہے اسے بند کردیا جائے اور اگر اس پر حکم امتناعی جاری کر بھی دیا جائے تو پھر بھی ایسے پروگراموں پر پاندی عائد کردی جائے۔’

پیمرا کے چیئرمین کا کہنا تھا کہ ‘اظہار رائے کی آزادی پر پابندی عائد نہیں کرنا چاہتے لیکن اظہار رائے بھی آئین اور قانون کے دائرہ کار میں ہو’۔

قائمہ کمیٹی نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا کہ قادیانیت سے متعلق معاملہ بلا وجہ ٹی وی چینلز پر اچھالا جارہا ہے جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے پر عوام میں انتشار پھلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

کمیٹی کے چیئرمین کامل علی آغا کا کہنا تھا کہ اس معاملے پر سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں اس میں بیرونی ہاتھ ملوث تو نہیں ہے۔

سینیٹر سعید غنی کا کہنا تھا کہ ایسے معاملات صرف چینل کی ریٹنگ بڑھانے کے لیے ہوتے ہیں اور اگر یہ معاملہ حل ہو جائے تو ایسے پروگرام نشر ہونا بند جائیں گے جس سے انشتار پھیلنے کا احتمال ہو۔

کمیٹی نے پیمرا کے حکام کو آئندہ اجلاس میں ٹی چینلز کے پروگراموں کی ریٹنگ کا نیا نظام لانے سے متعلق تفصیلی رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا۔

http://www.bbc.com/urdu/pakistan/2016/06/160630_pemra_channel_ban_tk